حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

قسط (۸) آخری

جواب میں تعاقب بر کے تطلیقِ ثلاثہ مجریہ عبدالحفیظ قادری

افسوسناک پہلو

جب حضرت عمرؓ نے تطلیقِ ثلاثہ کا قانون نافذ فرمایا تھا تو اس سے آپؓ کا مقصد عوام الناس کی اصلاح تھی۔ اس قانون کا ایک نتیجہ یہ بھی سامنے آیا کہ لوگ حلالہ کے متعلق سوچ و بچار کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے ایک دوسرا قانون یہ رائج فرمایا کہ محلل اور محلل لہٗ دونوں کو محض زانی قرار دے کر ان کو سنگسار کر دینے کی سزا مقرر کی۔ اس فاروقی درّہ سے بہت حد تک لوگوں کی اصلاح ہو گئی، مگر بعد کے ادوار میں جب فاروقی درّہ نہ رہا تو پھر حلالہ کی طرف رجحان بڑھنے لگا۔ ائمہ اربعہؒ کے اکثریتی اجتہاد نے حضرت عمرؓ کے اس تعزیری قانون کو ایک شرعی مسئلہ بنا دیا اور تقلید کی روش نے اسے شہرتِ دوام عطا کی۔

دوسری طرف امت کا ایک ایسا طبقہ بھی تھا جو ابتداء ہی سے اکٹھی تین طلاق کو طلاق دینے والے کی حماقت، جلد بازی اور عصیان پر محمول کرنے کے باوجود اسے ایک ہی رجعی طلاق قرار دیتا۔ ہمارے ہاں یہ دونوں گروہ موجود ہیں، اگرچہ اکثریت احناف کی ہے جو تطلیقِ ثلاثہ کے بڑی شدت سے قائل ہیں اور اس مسئلہ میں خاصی کشیدگی بھی موجود ہے۔

اب یہ بات بھی تقلید ہی کے ثمرات میں شمار کیجیے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر بعد میں پشیمان ہوتا ہے تو علمائے احناف اسے خود حلالہ کا راستہ دکھاتے ہیں۔ وہی حلالہ جس کے کرنے اور کرانے والے دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی تھی ــــ وہی حلالہ نکالنے والا شخص جسے آپؐ نے "تیس مستعار" (یعنی کرایہ کے سانڈ) سے تعبیر فرمایا تھا ــــ وہی حلالہ جس کے لیے حضرت عمرؓ نے رجم کی سزا مقرر کی تھی ــــ وہی حلالہ جو کسی بھی غیرت مند مسلمان کی غیرت کا جنازہ نکال دیتا ہے ــــ اور وہی حلالہ جس کی زد

میں آکر کئی عورتیں ہمیشہ کے لیے حیا باختہ ہو جاتی ہیں۔ اسی حلالہ کو ہمارے مقلد بھائیوں نے نہ صرف برداشت کیا بلکہ "هَنِيئًا مَرِيئًا" سمجھ کر اور اس کے فتوے دے دے کر "عند اللہ ماجور" بھی ہونے لگے۔ حتیٰ کہ اس کارِ حرام کو حلال بنانے کے شرعی حیلے بھی بتلانے لگے۔ اور یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا رہا کہ کہیں تقلید کی روش پر آنچ نہ آنے پائے، یا کسی حنفی کو کسی اہل حدیث کی طرف رجوع کرنے کی احتیاج باقی نہ رہے۔ اور انتہائی شرمناک پہلو یہ ہے کہ بعض مقامات پر ایسے کرایہ کے سانڈوں کا مذہبی سطح پر بندوبست بھی کیا جانے لگا اور یہ بھی نہ سوچا کہ خود علمائے احناف اگر تطلیقِ ثلاثہ کے قائل ہیں تو بالکل اسی طرح وہ نکاحِ حلالہ کی حرمت کے بھی قائل ہیں۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر حلالہ کا نکاح ہی حرام اور باطل ہو تو حلالہ کے بعد عورت زوجِ اول کے لیے حلال کیسے ہو جاتی ہے؟ اور اگر وہ ایسا کر بھی لیتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ حرام کاری یا زنا ہی نہ ہوگا؟ پھر کیا اس حرام کاری سے وہ صورت بہتر نہیں جس میں حلالہ کے بغیر ہی عورت اور زوجِ اول آپس میں مل بیٹھیں اور جس سے زوجین کی غیرت بھی مجروح نہیں ہوتی؟ ——— یہ ہیں حضرت عمرؓ کے اس تعزیری اور وقتی قانون کو تقلید کی پاسداری کے لیے شرعی قانون بنا کر پیش کرنے کے نتائج!

اختلاف ختم نہ ہونے کی وجہ محض تقلید ہے

تطلیقِ ثلاثہ کے سلسلہ میں کسی بھی دوسرے امام سے فتویٰ لینے سے متعلق چند ممتاز حنفی علمائے دین کے فتوے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مولانا عبدالحی لکھنوؒ (فرنگی محل) کا فتویٰ:

"اس صورت میں حنفیہ کے مطابق تین طلاق ہوں گی اور بغیر تحلیل نکاح درست نہ ہوگا۔ مگر بوقتِ ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو تو کسی اور امام کی تقلید کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ نظیر اس کی نکاح "زوج مفقود الخبر" موجود ہے۔ حنفیہ عند الضرورت قولِ امام مالکؒ پر عمل کر لینے کو درست سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ "ردالمختار" میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔"

۲۔ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ:

"ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور ائمہ اربعہؒ اس پر متفق ہیں۔ ائمہ اربعہؒ کے علاوہ بعض علماء اس بات کے فزدر

قائل ہیں کہ اس طرح ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ یہ مذہب اہل حدیث حضرات نے بھی اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ، طاؤسؒ، عکرمہؒ اور ابن اسحٰقؒ سے منقول ہے۔ پس کسی اہل حدیث عالم کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ ہی وہ مستحق اخراج از مسجد ہے۔ ہاں حنفی کا اہل حدیث سے فتویٰ حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بہ اعتبارِ تقویٰ ناجائز تھا۔ لیکن وہ بھی اگر مجبوری اور اضطرار کی حالت میں اس کا مرتکب ہو تو قابلِ درگزر ہے۔"

۲۔ مفتی حبیب المرسلین مدرسہ امینیہ دہلی کا فتویٰ :

"بعض سلف صالحین اور علمائے متقدمین میں سے اس کے بھی قائل ہیں، اگرچہ ائمہ اربعہؒ میں یہ بعض نہیں ہیں۔ لہٰذا جن مولوی صاحب نے مفتی اہل حدیث پر جو فتویٰ دیا، یہ غلط ہے۔ اس اختلاف کی بنا پر کفر و مقاطعہ، اخراج از مسجد کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ بوجہ شدید ضرورت اور خوفِ مفاسد اگر طلاق دینے والا ان بعض علماء کے قول پر عمل کرے گا جن کے نزدیک طلاق ایک ہی واقع ہوتی ہے، تو خارج از حنفی مذہب نہ ہوگا۔ کیوں کہ فقہاء حنفیہ نے شدتِ ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کر لینے کو جائز لکھا ہے۔"

(مقالات ص ۳۰، ۳۱)

مندرجہ بالا فتاویٰ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :

۱۔ یہ سب حضرات حنفی مذہب سے خارج ہونے کو اسلام سے خارج ہونے کے مترادف نہیں سمجھتے۔

۲۔ چونکہ ردالمختار میں "اشد ضرورت" "مفاسدِ زائدہ" وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا مفتی صاحب کو ان الفاظ کی تاکید کے ساتھ ہی کسی دوسرے عالم سے فتویٰ لینے کی اجازت ہے۔

۳۔ اس خاص مسئلہ میں کسی دوسرے عالم سے مراد کم از کم ائمہ اربعہؒ کے مقلدین نہیں ہو سکتے، جن سے فتویٰ لینے اور اس پر عمل کرنے، یعنی طلاق ثلاثہ کو رجعی طلاق قرار دینے کی اجازت دی جا رہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ حضرات تطلیقِ ثلاثہ کو ایک قرار دینے کے عمل کو شرعی سمجھتے ہیں یا غیر شرعی ؟ اگر وہ ایک رجعی طلاق قرار دینے کو فی الواقعہ اور بصدقِ قلب غیر شرعی ہی سمجھتے ہیں،

تو کیا وہ اشد ضرورت یا مفاسدِ زائدہ سے بچنے کے لیے نعوذ باللہ زنا کی اجازت دیتے ہیں ؟ مفاسدِ زائدہ، زیادہ سے زیادہ تو زنا ہی ہو سکتا ہے۔ زنا سے بچنے کے لیے زنا کی اجازت کا مطلب ؟ اور اگر وہ اسے شرعی ہی سمجھتے ہیں خواہ وہ اسے راجح نہ سمجھیں، مرجوح ہی سمجھیں، تو پھر اس قدر چیں بہ جبیں کیوں ہو جاتے ہیں ؟ اگر غور کیا جائے، کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان حضرات کو یہ بات تسلیم کر لینے میں آڑے آ رہی ہے، تو جواب بالکل واضح ہے کہ یہ چیز تقلید ہے ــــ جو یہ جاننے کے باوجود کہ :

(ا) بعض صحابہؓ کا یہی موقف تھا۔

(ب) قرآن کا اندازِ بیان اسی چیز کا مؤید ہے کہ طلاق یا طلاقوں کے بعد "فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ" کی گنجائش باقی رہے۔

(ج) صحیح احادیث سے تین طلاقوں کو ایک بنا دینے کی پوری وضاحت موجود ہے ، اور دورِ فاروقی کے ابتدائی دو تین سال تک تعاملِ امت یہی تھا۔

(د) معاشرتی لحاظ سے بھی اور اخلاقی لحاظ سے بھی مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے ، لہٰذا فقہی اصولِ استحسان اور مصالح مرسلہ کی رُو سے بھی تین طلاق کو ایک ہی قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔

افسوس، مقلدین حضرات کو بہتر رستہ قبول کرنے میں یہی تقلید روگ بنی ہوئی ہے ، بلکہ ان حضرات نے تطلیقِ ثلاثہ کے مخالفین کو اپنا دشمن اور کافر سمجھ کر اس مسئلہ کو یوں الجھا رکھا ہے کہ یہ اختلاف ختم ہونا ناممکن سی بات بن گئی ہے۔

ایک مجلس میں تین طلاق دینے والے کو سزا

ایک مجلس میں تین طلاق دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ غضب سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے یہ مذاق ؟" آپؐ کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک شخص اجازت مانگنے لگا کہ "میں اس مجرم کو قتل نہ کر دوں ؟" آپؐ نے ازراہِ شفقت اس مجرم کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی، تاہم اس واقعہ سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعی نقطہ نظر سے کتنا بڑا گناہ اور مکروہ فعل ہے۔ مگر دورِ جاہلیت کی یہ عادت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جلد ہی پھر عود کر آئی تو حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے اس

بد عادت کو چھڑانے کے لیے تین طرح کے اقدامات کیے:

(ا) آپؓ ایک مجلس میں تین طلاق دینے والوں کو بدنی سزا بھی دیتے تھے۔

(ب) ایک مجلس کی تین طلاق کو آپؓ نے تین ہی شمار کرنے کا قانون نافذ کر دیا۔

(ج) اور جب لوگوں نے اپنی عادت پر کنٹرول کے بجائے حلالہ کی باتیں شروع کر دیں، تو آپؓ نے حلالہ نکالنے اور نکلوانے والے دونوں کے لیے رجم کی سزا مقرر کر دی۔ اس طرح یہ فتنہ کچھ مدت کے لیے دب گیا — گویا دورِ فاروقی میں بھی اس کارِ معصیت کی اصلاح صرف اس صورت میں ہوئی کہ حلالہ کے دروازہ کو سختی سے بند کر دیا گیا تھا۔

مگر آج صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ آج کا المیہ یہ ہے کہ مقلد حضرات ہوں یا غیر مقلد، کوئی بھی اکٹھی تین طلاق کو جرم سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ جہالت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ عوام تو در کنار، خواص بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جدائی کے لیے تین طلاقیں دینا ضروری ہے۔ حالانکہ طلاق کی بہترین اور مسنون صورت یہی ہے کہ صرف ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے، تاکہ عدت گزرنے کے بعد اگر زوجین کی پھر خواہش ہو تو تجدیدِ نکاح سے مسئلہ حل ہو جائے۔ تاہم اگر بیوی سے اس قدر نفرت اور بگاڑ پیدا ہو چکا ہو اور وہ تا زیست اپنی بیوی کو رشتہ زوجیت میں نہ لینے کا فیصلہ کر چکا ہو، تو پھر تین کا عدد پورا کر کے اپنی حسرت پوری کر لے — اور وہ بھی اس طرح کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دیتا جائے، تیسری طلاق کے بعد ان کے آئندہ ملاپ کی "حتّٰی تنکح زوجًا غیرہٗ" کے علاوہ کوئی صورت باقی نہ رہے گی — جو اتفاقی ہو گی، نہ کہ منصوبہ بندی کے تحت!

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج کا المیہ یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاق کو نہ مقلدین ناجائز اور کارِ معصیت سمجھتے ہیں اور نہ غیر مقلد۔ غیر مقلد، ایسے شخص کو اگر طلاقِ رجعی کی راہ دکھا دیں تو اسے یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ اور مقلد حضرات، محض اس خطرہ سے بچنے کے لیے کہ کہیں یہ کسی اہل حدیث کے ہتھے نہ چڑھ جائے، اسے حلالہ کی راہ دکھا دیں تو بھی اس کا اُلّو تو سیدھا ہو ہی جائے گا — آخر اسے اپنے جرم کی کیا سزا ملی؟ حالانکہ ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ کی اصل سنّت یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے والے کو سزا ضرور دی جانی چاہیے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی اس سنت کو نہ مقلّد حضرات درخورِ اعتنار سمجھتے ہیں نہ اہل حدیث حضرات۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ علمار کی اس بے حسی کے بعد

اہلِ حدیث تو مجرم کو سنت کی راہ دکھلاتے ہیں، جبکہ حنفی حضرات کارِ حرام کی طرف رہنمائی کرتے ہیں!

سزا کا مستوجب کون

اس معاملہ کا ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یک مجلس تین طلاق دینے کا جرم تو مرد کرتا ہے، لیکن اس کے جرم کی سزا نکاحِ حلالہ کی صورت میں عورت کو دی جاتی ہے۔ مرد کو تو اہلِ علم و فتویٰ سرزنش تک کرنے کے روادار نہیں ہوتے، مگر بیوی کو کسی کرایہ کے سانڈ کے ہاں شب بسری کی راہ دکھلائی جاتی ہے "کرے کوئی اور بھرے کوئی" کی اس سے زیادہ واضح اور کوئی مثال ہوسکتی ہے؟ اس بے بس عورت نے اس ظلم و زیادتی کا اپنے خاوند سے اور اپنے رشتہ داروں سے یوں انتقام لیا کہ رات ہی رات میں حلالہ نکالنے والے مرد سے سیٹ ہوگئی اور اس نئے جوڑے نے عہد و پیمان کے ذریعہ اپنے رات کی رات کے نکاح کو پائیدار کر لیا اور حلالہ نکلوانے والوں کی سب امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ایسے واقعات آئے دن اخبارات و رسائل میں چھپتے رہتے ہیں۔

ایک ایسا واقعہ میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں —— ہوا یہ کہ کسی تاجر کی لڑکی کو اس کے خاوند نے تین طلاق دے دیں۔ اب حلالہ کی ضرورت پیش آئی تو تاجر اور اس کے داماد (لڑکی کو طلاقیں دینے والے خاوند) نے حلالہ کے لیے تاجر کے ایک با اعتماد نوکر کا انتخاب کیا اور نکاح کر دیا۔ لڑکی کی غیرت اس گھناؤنے فعل کو برداشت نہ کر سکی، جب یہ اکٹھے ہوئے تو اس نے اپنے ملازم کا حوصلہ بڑھایا اور اس بات پر قائم کر دیا کہ اب وہ طلاق نہ دے گا۔ جب صبح ہوئی تو وہی شخص جو کل تک ان کا با اعتماد نوکر تھا، ان کا داماد اور شریک بن کر سامنے آگیا اور اس کی بیوی اس کی حمایت میں تھی۔ خاوند اور باپ کو بہر حال یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑا —— اندریں صورت ہمارے خیال میں بیک وقت تین طلاق دینے والے شخص کے لیے کچھ نہ کچھ سزا ضرور تجویز کی جانی چاہیے۔

سزا کیا ہو؟ میرے خیال میں یک بارگی تین طلاق کی سزا کو ظہار کی سزا یا کفارہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں ظہار جدائی کی تمام اقسام میں سے سخت تر قسم سمجھی جاتی تھی۔ پھر جب عہدِ نبویؐ میں ایسا ایک واقعہ رونما ہوا اور میاں بیوی دونوں کی جان پر بن گئی اور وہ عورت شکوہ کناں آپؐ کے پاس آکر اس مصیبت سے نجات کی راہ پانے کے لیے

آپؐ سے جھگڑا کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے زوجین کی مشکلات کا حل فرما دیا۔۔۔ جو یہ تھا کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دینے سے چونکہ فی الحقیقت وہ ماں نہیں بن جاتی لہٰذا اس بات کو اللہ تعالیٰ نے "مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا" (ناپسند اور انہونی بات) قرار دے کر اس کا کفارہ مقرر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ضمناً یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ فی نفسہٖ الفاظ میں کچھ تاثیر نہیں ہوتی، بلکہ الفاظ میں تاثیر شرعی احکام سے ہی پیدا ہوتی ہے، اور شرعی احکام سے ہی یہ تاثیر خارج یا ختم بھی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا طلاق کے لفظ یا تین طلاق کے الفاظ کی تاثیر کا پتہ چلانے کے لیے شرعی حکم یا سنتِ نبویؐ کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔۔۔ فی نفسہٖ تین طلاق کے الفاظ بندوق کی گولی نہیں ہوتے!

ہاں تو بات یہ چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک "منکر" اور "زور" بات کا کفارہ مقرر کر کے زوجین میں رشتۂ زوجیت کو بحال رہنے دیا، اور یہ کفارہ مرد ہی کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاق بھی ایک "منکر" اور "زُور" بات ہے، اور دونوں کا نتیجہ زوجین میں جدائی ہے۔ پھر کیا زوجین کے تعلقات کو شرعی حکم یا دورِ نبویؐ کے تعامل کے مطابق بدستور بحال رکھنے (یعنی اسے ایک رجعی طلاق قرار دینے پر) کفارہ کی ضرورت نہ ہوگی؟ دورِ نبوی میں یہ جرم چونکہ محدود پیمانہ پر تھا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت اس کا کوئی کفارہ مقرر نہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ جرم بکثرت وقوع پذیر ہونے لگا تو آپؓ ایسے شخص کی تین طلاق شمار کرنے کے علاوہ اسے بدنی سزا بھی دیتے اور حلالہ کی راہ بھی مسدود کر دیتے تھے۔ آج جب کہ لوگوں کا مبلغ علم ہی یہ ہے کہ جب تک تین طلاق نہ دی جائیں طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، اور بالعموم لکھ کر اکٹھی تین طلاقیں سپرد ڈاک کر دی جاتی ہیں، تو اس پھیلے ہوئے جرم کی روک تھام کے لیے اگر ہمارے مفتی حضرات بدنی سزا نہیں دے سکتے یا قانوناً حلالہ کو زنا قرار دے کر اس کی سزا نہیں دے سکتے، تو کم از کم کفارہ تو تجویز فرما سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان دونوں اقسام جدائی (یعنی بذریعہ ظہار اور بذریعہ ایک مجلس کی تین طلاق) میں کئی طرح سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے، لہٰذا اس کا کفارہ ظہار کے مطابق ہونا چاہیے۔۔۔ یعنی غلام آزاد کرنا یا متواتر دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ آج کل غلامی کا دور بیت چکا، لہٰذا یہ شق خارج از بحث ہے۔ پھر آج کل افراطِ زر کی وجہ سے اکثر

لوگوں کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی سزا کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اندریں صورت میرے خیال میں متواتر دو ماہ روزے فی الحقیقت ایسا کفارہ ہے جس سے مجرم کو بھی اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ایک آدمی کو بھی ایسی سزا مل جائے تو عوام الناس کو یقیناً اس بات کا فوری طور پر علم ہو جائے گا کہ بیک وقت تین طلاق دینا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ شرعی طریقہ طلاق سیکھ کر اسے اپنا لیں گے اور نکاحِ حلالہ کی از خود حوصلہ شکنی ہوتی جائے گی۔

معصیت کو قائم رکھنا بھی معصیت ہے: اگر ایک مجلس کی تین طلاق کا کفارہ متواتر دو ماہ کے روزے دشوار سمجھے جائیں تو پھر کم تر درجہ کی سزا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جرم کو غیر شرعی نذر پر محمول کر کے قسم کے کفارہ پر اکتفا کر لیا جائے، جو ظہار کے مقابلہ میں بہت ہلکی سزا ہے۔ بہرحال جو بھی صورت ہو، ایسی طلاقیں دینے والے کے لیے کچھ سزا ضرور ہونی چاہیے۔ اگر سزا مقرر نہ کی جائے گی تو عوام میں یہ احساس کبھی پیدا نہ ہو سکے گا کہ ایسی طلاقیں دینا کارِ معصیت ہے، لہٰذا علماء اور مفتی حضرات کو اس طرف خصوصی توجہ دینا چاہیے۔ اور یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کہ خاموشی اور بے حسی کے ذریعہ معصیت کو قائم رکھنا یا رہنے دینا بھی کارِ معصیت ہے۔

حضرت عمرؓ کی ندامت: اپنے مضمون کے آخر میں میں نے اغاثۃ اللّہفان کے حوالہ سے لکھا تھا کہ حضرت عمرؓ کو آخر عمر میں اس تعزیری فیصلے پر ندامت بھی ہوئی۔ جس کے جواب میں قاری صاحب موصوف فرما رہے ہیں کہ اس روایت میں ایک راوی خالد بن یزید کذّاب ہے، لہٰذا یہ روایت ناقابلِ احتجاج ہے۔ قاری صاحب کی یہ تحقیق سر آنکھوں پر، ہمیں اس روایت کو درست ثابت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ــــ کیوں کہ مسئلہ زیرِ بحث، کے اثبات کے لیے کتاب و سنت میں بہت کافی مواد موجود ہے، جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے!

کتابیات

(۱) قرآنِ کریم، تفاسیر وغیرہ حسبِ ضرورت۔

(۲) کتبِ احادیث حسبِ ضرورت۔

(۳) زاد المعاد — ابن القیم الجوزیؒ — دار الاحیاء التراث العربی (بیروت)

(۴) اعلام الموقعین (اردو) — 〃 — شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

(۵) نیل الاوطار — امام شوکانیؒ — المملکۃ العربیۃ السعودیہ (ریاض)

(٦) ہدایہ اولین — مرغیناقیؒ — مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان

(۷) الفاروق رضؓ — شبلی نعمانیؒ — مکتبہ نعمانیہ - اردو بازار (لاہور)

(۸) مقالاتِ علمیہ
"ایک مجلس کی تین طلاق" } — نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

(۹) تین طلاق — محمد قاسم خواجہ — مکتبہ نعمانیہ - اردو بازار گوجرانوالہ

(۱۰) ایک مجلس کی تین طلاق (علمائے احناف کی نظر میں) — دار الحدیث محمدیہ عام خاص باغ (ملتان شہر)

(۱۱) دائرۃ المعارف الاسلامیہ 〃 — پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۱۲) انسائیکلو پیڈیا (اردو) 〃 — فیروز سنز لمیٹڈ (لاہور)

معزز قارئین کی خدمت میں بار بار گزارش کی جا چکی ہے کہ :

- خط و کتابت اور ترسیلِ زر روانہ کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں —— اس کے بغیر تعمیل ڈاک میں سخت دِقت پیش آتی ہے ۔
- نئے ممبر بننے کی صورت میں وضاحت فرما دیں —— آپ کی معمولی سی توجہ تضیعِ وقت کے علاوہ کارکنانِ ادارہ کو غیر ضروری محنت سے بچا سکتی ہے —— شکریہ !

(مینجر)